اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، بہت رحم والا ہے

براہین و معجزات کا انسائیکلوپیڈیا

محمد ﷺ کی نبوت اور قرآنِ کریم کی سچائی کے دلائل

سائنسی معجزات · تاریخی و آثاری شواہد · پوری ہونے والی پیشین گوئیاں

تورات و انجیل کی بشارتیں · جِن، جادو اور غیب کی دنیا

اِتنی آسانی سے سمجھایا گیا کہ بچہ بھی سمجھ لے · 157 رنگین خاکے

157 دلائل، قوّت کی ترتیب سے

تیسرا باب

تورات و انجیل کی بشارتیں

وہ متون جو آج تک اہلِ کتاب کی کتابوں میں لکھے ہوئے موجود ہیں، اور ایک آنے والے نبی کا ایسا وصف بیان کرتے ہیں جو پوری تاریخ میں صرف ایک ہی شخص پر صادق آتا ہے۔

11 دلائل

ان کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی

میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا، اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا، اور جو کچھ میں اُسے حکم دوں گا وہی وہ اُن سے کہے گا

استثنا — باب 18، آیت 18

موسیٰ کی مانند		ان کے بھائیوں میں سے
مکمل شریعت	←	بنی اسرائیل اسحاق سے
باپ اور ماں... پیدائش اور وفات		اور ان کے بھائی بنی اسماعیل
قائد، جنگجو اور قانون ساز		پس نبی عرب میں سے ہیں
اور اپنی قوم کو لے کر ہجرت کی		بنی اسرائیل میں سے نہیں

اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا» — جو وحی ہو، حرف بہ حرف کہتا ہے»

ایک ہی متن میں تین شرطیں: بھائیوں میں سے، موسیٰ کی مانند، اور وہی کہنے والا جو اُس پر ڈالا جائے

آسان لفظوں میں

اللہ موسیٰ علیہ السلام سے آنے والے نبی کا وعدہ کرتا ہے جس کی تین صفتیں ہیں: وہ بنی اسرائیل کے **بھائیوں** میں سے ہو گا، اُن میں سے نہیں؛ **موسیٰ کی مانند** ہو گا؛ اور **وہی کلام کہے گا جو اُس کے منہ میں رکھا جائے**۔

اُس وقت لوگ کیا سمجھتے تھے؟

یہود صدیوں تک اِس نبی کے منتظر رہے، اور جو بھی سامنے آتا اُس سے اِسی کے بارے میں پوچھتے۔ انجیلِ یوحنا میں ہے کہ اُنہوں نے یحییٰ علیہ السلام سے پوچھا: «کیا آپ ایلیاہ ہیں؟» کہا: نہیں۔ «کیا آپ **وہ نبی** ہیں؟» کہا: نہیں۔ — تو معلوم ہوا کہ «وہ نبی» ایک تیسرا متعین شخص تھا جس کا انتظار تھا، نہ مسیح اور نہ ایلیاہ۔

آج سائنس کیا کہتی ہے؟

«**ان کے بھائی**» تورات کی زبان میں چچا زاد بھائیوں کو کہتے ہیں، سگے بھائیوں کو نہیں — اور بنی اسرائیل اسحاق علیہ السلام کی نسل سے ہیں، اور اُن کے بھائی بنی اسماعیل یعنی عرب ہیں۔ رہا «**تیری مانند**»، تو باریک مقابلہ محمد ﷺ ہی کو دیتا ہے: آپ کی ولادت ماں باپ سے عام طریقے پر ہوئی، آپ نے نکاح کیا اور اولاد ہوئی، آپ مکمل شریعت لے کر آئے، اپنی قوم کی قیادت کی، جنگ لڑی اور حکومت کی، اپنے شہر سے ہجرت کی، اور طبعی موت پائی۔ اور خود کتابِ استثنا اِسی پر ختم ہوتی ہے: «**اور اسرائیل میں پھر موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہ اٹھا**» (34: 10) — یوں بنی اسرائیل کے سب انبیا مقابلے سے باہر ہو گئے۔

یہ قطعی معجزہ کیوں ہے؟

تیسری شرط ہی فیصلہ کن ہے: «**اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا، اور جو کچھ میں اُسے حکم دوں گا وہی وہ اُن سے کہے گا**»۔ یہ اُس نبی کا وصف ہے جو **حرف بہ حرف املا کرایا ہوا متن** پڑھتا ہے، مفہوم نہیں۔ اور یہ بعینہ قرآن کا وصف ہے: «**اور وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے؛ یہ تو بس وحی ہے جو اُتاری جاتی ہے**»۔ اور محمد ﷺ پر سب سے پہلے جو اُترا وہ سیدھا تلقی کا حکم تھا: «پڑھو»۔ پھر تورات کا متن سخت تنبیہ پر ختم ہوتا ہے: «اور جو شخص میری اُن باتوں کو نہ سنے گا جو وہ میرے نام سے کہے گا، میں اُس سے حساب لوں گا»۔ تو یہ محض بشارت نہیں، بلکہ **اتباع کا مطالبہ** ہے۔

اگر کہا جائے کہ آیت 15 میں ہے «تیرے ہی درمیان سے، تیرے بھائیوں میں سے» — تو جواب یہ کہ آیت 18 غائب کے صیغے «**ان کے بھائیوں**» کی طرف منتقل ہو جاتی ہے، اور خود یہی کتاب ایک دوسری قوم کو بھائی کہتی ہے: «**تمھارے بھائی بنی عیسو**» (2: 4)۔ اور اگر بنی اسرائیل ہی میں حصر مقصود ہوتا تو یہ صراحت بڑھا دی جاتی، جیسے بادشاہ کے بارے میں بڑھائی گئی: «کوئی اجنبی جو تیرا بھائی نہیں» (17: 15)۔

102 اور کوہِ فاران سے جگمگایا

> خداوند سینا سے آیا، اور سعیر سے اُن پر طلوع ہوا، اور کوہِ فاران سے جگمگایا، اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا
>
> **استثنا – باب 33، آیت 2**

نور کے تین درجے: طلوع ہوا… پھر جگمگایا

آسان لفظوں میں

تورات کا ایک متن تین پہاڑوں کو ترتیب سے گنتا ہے: **سینا**، جہاں اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا؛ پھر **سعیر** – ادوم کے پہاڑ، اور اُس کے طلوع کو مسیح علیہ السلام کی رسالت پر محمول کیا جاتا ہے – پھر **فاران**۔ اور فاران، خود تورات کی تصریح سے، وہی سرزمین ہے جہاں اسماعیل علیہ السلام اور اُن کی اولاد آباد ہوئی: مکہ اور اُس کا نواح۔

اُس وقت لوگ کیا سمجھتے تھے؟

یہود و نصاریٰ ہزاروں برس سے یہ متن اپنی کتابوں میں پڑھتے آئے ہیں۔ اور جو گرہ اُن کے ہاں کبھی نہ کھلی وہ یہ ہے: **تیسرا واقعہ کیا ہے؟** خداوند کا سینا سے آنا تورات ہے، اور سعیر سے اُس کا طلوع انجیل – تو فاران سے کیا جگمگایا؟ اور اُس خطے میں اُن دونوں کے ہم پلہ کوئی دینی واقعہ پیش نہیں آیا۔

آج سائنس کیا کہتی ہے؟

فاران خود تورات میں ایک متعین مقام ہے۔ کتابِ پیدائش (21: 21) میں اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں ہے: «**اور وہ فاران کے بیابان میں رہنے لگا، اور اُس کی ماں نے مصر کی سرزمین سے اُس کے لیے بیوی لی**»۔ تو خود اُن کی تصریح سے یہ اولادِ اسماعیل کا وطن ہے۔ مسلمان جغرافیہ دان اور بائبل کی لغتیں بیابانِ فاران کو شمالی حجاز اور جزیرہ نمائے سینا اور اِن دونوں کے درمیانی علاقے میں متعین کرتی ہیں۔ اور اُس بیابان سے عالمی رسالت لے کر محمد ﷺ کے سوا کوئی نبی نہیں نکلا۔

یہ قطعی معجزہ کیوں ہے؟

دلالت کا محل افعال کی تدریج ہے، اور یہ عبرانی میں قصداً ہے: «**آیا**» پھر «**طلوع ہوا**» پھر «**جگمگایا**» – اور جگمگانا نور کا سب سے قوی اور سب سے زیادہ پھیلنے والا درجہ ہے۔ تو متن تین رسالتوں کو چڑھتی ترتیب میں رکھتا ہے اور آخری کو سب سے زیادہ روشن ٹھہراتا ہے۔ پھر اِس پر یہ بڑھاتا ہے: «**اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا، اور اُس کے دہنے ہاتھ اُن کے لیے آتشی شریعت تھی**» – یعنی اِس آخری آمد کے ساتھ **شریعت** ہے، محض موعظت نہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد محمد ﷺ ہی اکیلے وہ نبی ہیں جو عبادت، معاملات اور قضا سب پر حاکم مکمل شریعت لے کر آئے۔

قُدّوس کوہِ فاران سے

اللہ تیمان سے آیا، اور قُدّوس کوہِ فاران سے۔ اُس کے جلال نے آسمانوں کو ڈھانپ لیا، اور زمین اُس کی تسبیح سے بھر گئی

حبقوق — باب 3، آیت 3

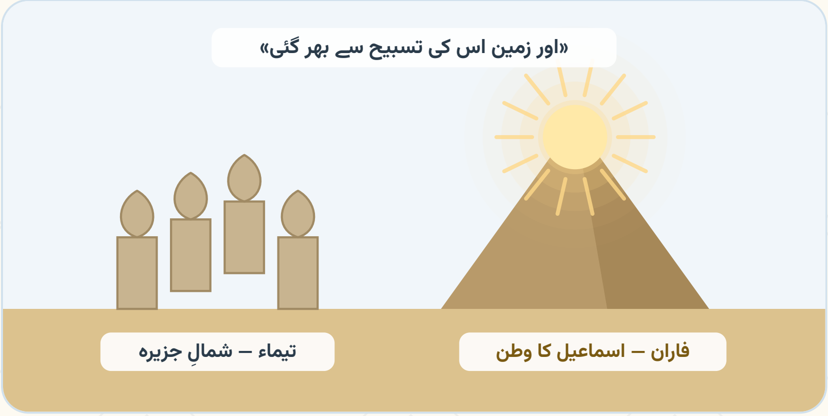

کوہِ فاران — تورات کی تصریح سے اسماعیل علیہ السلام کا وطن — جس کا ذکر ایک عبرانی نبی مسیح سے پہلے کرتا ہے

آسان لفظوں میں

بنی اسرائیل کے انبیا میں سے ایک نبی کہتا ہے کہ قُدّوس **کوہِ فاران** سے آئے گا — اور فاران، خود تورات کی تصریح سے، وہی بیابان ہے جہاں اسماعیل علیہ السلام اور اُن کی اولاد آباد ہوئی۔ اور متن اِس کے ساتھ ادوم کے کناروں پر واقع **تیمان** کو ملاتا ہے۔

اُس وقت لوگ کیا سمجھتے تھے؟

یہ متن اہلِ کتاب کے ہاں ہمیشہ تفسیر پر بھاری رہا۔ نہ تیما بنی اسرائیل کی سرزمین ہے نہ فاران، اور اُن کی تاریخ میں اِن دونوں سے کوئی نبی نہیں نکلا۔ بعضوں نے اِسے سینا میں اللہ کی آمد کا شاعرانہ وصف قرار دینے کی کوشش کی — لیکن یہاں سینا کا سرے سے ذکر ہی نہیں، اور فاران کا نام لے کر ذکر ہے۔

آج سائنس کیا کہتی ہے؟

تیما آج شمال مغربی سعودی عرب کا ایک مشہور نخلستان اور آثارِ قدیمہ کا شہر ہے، جو حجاز اور شام کے درمیان قافلوں کے راستے پر ایک بڑا پڑاؤ تھا، اور وہاں مسیح سے پہلے کے آثار اور کتبے موجود ہیں۔ اور **فاران** اسماعیل علیہ السلام کا بیابان ہے، جیسا کہ کتابِ پیدائش نے تصریح کی۔ تو متن ادوم سے مشرق کی طرف **بیابانِ اسماعیل** کی جانب بڑھتا ہے — اور اُس بیابان سے عالمی رسالت لے کر محمد ﷺ کے سوا کوئی نبی نہیں نکلا۔

یہ قطعی معجزہ کیوں ہے؟

جو چیز اِس متن کو محض احتمال سے اوپر اٹھاتی ہے وہ دو باتیں ہیں۔ پہلی: یہ کہ وہ **فاران کے ذکر میں استثنا کے متن سے مطابق ہے** — دو مختلف نبی، دو مختلف زمانوں میں، اُسی ایک مقام کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ اور دو مستقل گواہوں کا ایسے مقام پر جمع ہو جانا جو اُن کی اپنی سرزمین سے باہر ہے، قوی دلالت ہے۔ دوسری: متن کا بقیہ حصہ: «**اور زمین اُس کی تسبیح سے بھر گئی**» — یعنی اِس آمد کا اثر **عالمی ہے، مقامی نہیں**۔ اور اُس سرزمین سے اسلام کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں نکلی جس نے زمین کو تسبیح سے بھر دیا ہو، کہ اُسی کے ذریعے دن کی ہر گھڑی میں ہر براعظم میں اذان اور تسبیح بلند ہوتی ہے۔

قیدار کی بستیاں... اور سالع کے باشندے

> بیابان اور اُس کی بستیاں اپنی آواز بلند کریں، وہ بستیاں جن میں قیدار بستا ہے۔ سالع کے باشندے گیت گائیں، پہاڑوں کی چوٹیوں سے للکاریں
>
> **يسعياه — باب 42، آیت 11**

تورات میں «قیدار» کون ہے؟

- قیدار اسماعیل کا دوسرا بیٹا ہے
- «اور یہ اسماعیل کے بیٹوں کے نام ہیں... نبایوت اور قیدار»
- پیدائش 25: 13
- اور قریش قیدار بن اسماعیل کی نسل سے

پس نیا گیت عرب کے دیار سے بلند ہوتا ہے

اور سالع: مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ، آج بھی اسی نام سے

يسعياه قیدار کی بستیوں کو نیا گیت گانے کو پکارتا ہے

آسان لفظوں میں

يسعياه کہتا ہے: بیابان اپنی آواز بلند کرے، **وہ بستیاں جن میں قیدار بستا ہے**۔ اور قیدار — تورات کی تصریح سے — اسماعیل علیہ السلام کا بیٹا ہے، اور اُن عدنانی عربوں کا جدِ اعلیٰ جن میں سے قریش ہیں۔

اُس وقت لوگ کیا سمجھتے تھے؟

يسعياه کا بیالیسواں باب ایک «بندے» کا ذکر کرتا ہے جسے اللہ چنتا ہے، جو قوموں کے لیے عدل لاتا ہے، اور جو نہ تھکتا ہے نہ ٹوٹتا ہے یہاں تک کہ زمین پر حق قائم کر دے۔ اہلِ کتاب اُس کی تعیین میں ہمیشہ اختلاف کرتے رہے۔ لیکن خود متن **جگہ** متعین کر دیتا ہے: قیدار کی بستیاں اور سالع۔

آج سائنس کیا کہتی ہے؟

«**قیدار**» کا ذکر کتابِ پیدائش (25: 13) میں اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کے ضمن میں ہے۔ اور عدنانی عرب — اور اُن میں قریش اور بنو ہاشم — اُسی کی نسل سے ہیں۔ اور شمالی جزیرہ نما کے علاقے کو آشوری کتبوں میں واقعی «قیدار» کے نام سے پکارا گیا ہے۔ رہا «**سالع**»، تو وہ ایک معروف مقام ہے: مدینہ منورہ سے متصل **کوہِ سَلْع**، جس کے پاس خندقِ احزاب کھودی گئی، اور جو آج تک اِسی نام سے قائم ہے۔

یہ قطعی معجزہ کیوں ہے؟

متن پہلی آیت میں «میرا بندہ جسے میں سنبھالتا ہوں» کے وصف سے شروع ہوتا ہے — اور «بندہ» وہ لقب ہے جو قرآن میں محمد ﷺ کے ساتھ لگا رہتا ہے: «پاک ہے وہ جو اپنے **بندے** کو رات میں لے گیا»، «اور یہ کہ جب **اللہ کا بندہ** اُسے پکارنے کھڑا ہوا»۔ پھر دسویں آیت میں کہتا ہے: «**خداوند کے لیے نیا گیت گاؤ**» — یعنی نئی شریعت، نہ کہ پرانی کی تجدید۔ پھر اِس گیت والوں کو متعین کرتا ہے: قیدار کی بستیاں اور سالع کے باشندے — اور یہ **دونوں خالص عربی مقام ہیں**، ایک قریش کا نسب اور دوسرا مدینہ منورہ کا پہاڑ۔ ایک ہی متن میں نبی ﷺ کا نسب، آپ کی ہجرت کا شہر، آپ کا وصف «بندہ»، اور نئی شریعت کی دعوت — اِتنی چیزوں کا جمع ہو جانا اتفاق کا احتمال نہیں رکھتا۔

گدھے کا سوار اور اونٹ کا سوار

> تو اُس نے سوار دیکھے، گھڑ سواروں کے جوڑے، گدھوں کے سوار، اونٹوں کے سوار؛ پس اُس نے بڑے غور سے کان لگایا
>
> **یسعیاہ — باب 21، آیت 7**

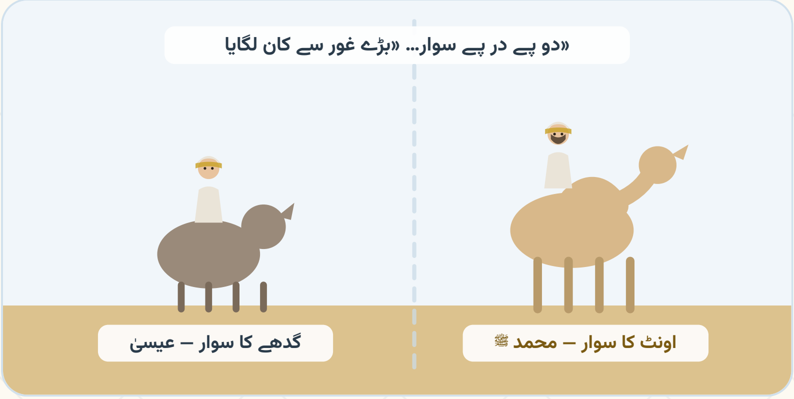

ایک متن جو دو خاص سواروں کا ذکر کرتا ہے اور اُن کی بات سننے کا حکم دیتا ہے

آسان لفظوں میں

کتابِ یسعیاہ میں ایک رؤیا ہے جس میں نبی **دو سوار** دیکھتا ہے: ایک گدھے پر اور دوسرا اونٹ پر، اور اُسے حکم دیا جاتا ہے کہ اُن کی طرف بڑے غور سے کان لگائے۔

اُس وقت لوگ کیا سمجھتے تھے؟

اہلِ کتاب کے ہاں اِس متن کی تفسیر یہ کی گئی کہ یہ بابل کے زوال کی رؤیا ہے۔ لیکن خود منظر عجیب ہے: دو ممتاز سوار جن کا ذکر اُن کی سواریوں کے ساتھ ہو، اور نبی کو اُن کی بات سننے کا حکم دیا جائے — اور کان تو کسی پیغام کے لیے لگایا جاتا ہے، جنگ کی خبر کے لیے نہیں۔

آج سائنس کیا کہتی ہے؟

گدھے کا سوار ایک ایسی نشانی ہے جسے اہلِ کتاب مسیح علیہ السلام کے لیے پہچانتے ہیں۔ کتابِ زکریاہ (9: 9) میں آیا ہے: «دیکھ، تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے... حلیم، اور گدھے پر سوار»، اور اناجیل نے مسیح علیہ السلام کا گدھے پر سوار ہو کر یروشلم میں داخل ہونا اِسی پیشین گوئی کی تکمیل کے طور پر نقل کیا ہے۔ تو اگر پہلا مسیح علیہ السلام ثابت ہو گیا، تو **اونٹ کا سوار** کون ہے جو اُن کے بعد آیا، اور جس کی طرف کان لگانے کا نبی کو ویسے ہی حکم دیا گیا جیسے پہلے کی طرف؟ اونٹ عربوں کی سواری ہے، اور مسیح علیہ السلام کے بعد اہلِ اونٹ میں سے محمد ﷺ کے سوا کوئی نبی نہیں آیا۔

یہ قطعی معجزہ کیوں ہے؟

قوت **اقتران اور ترتیب** میں ہے۔ اونٹ کے سوار کا ذکر اکیلا نہیں کیا گیا کہ کہا جا سکے یہ کسی قافلے کی طرف عام اشارہ ہے — بلکہ اُسے گدھے کے سوار کے ساتھ ایک ہی منظر میں، اور اُس کے فوراً بعد ملایا گیا۔ اور اہلِ کتاب یہ مان چکے ہیں کہ «گدھے کا سوار» ایک متعین شخص کی نبوی نشانی ہے — تو یہ درست نہیں بیٹھتا کہ اُسی متن میں اُس کا ساتھی محض ایک بے معنی تفصیل ہو۔ اور کان لگانے کا حکم — «**پس اُس نے بڑے غور سے کان لگایا**» — بتاتا ہے کہ جو آنے والا ہے وہ **سنا اور مانا جانے والا کلام** ہے، نہ کہ دیکھا جانے والا منظر۔ اور اِسی باب کا بقیہ حصہ «**عرب کے بارے میں وحی**» کا ذکر کرتا ہے، اور ددان اور تیما اور «**قیدار کے جلال**» کا — تو سارا سیاق ہی عربی ہے۔

106 میں لکھنا نہیں جانتا

> اور کتاب اُس کو دی جاتی ہے جو لکھنا نہیں جانتا، اور اُس سے کہا جاتا ہے: یہ پڑھ، تو وہ کہتا ہے: میں لکھنا نہیں جانتا
>
> **يسعياه — باب 29، آیت 12**

غارِ حرا	يسعياه 29: 12
«پڑھو»	«یہ پڑھ»
آپ ﷺ نے فرمایا:	تو کہتا ہے:
«میں پڑھنے والا نہیں»	**«میں لکھنا نہیں جانتا»**
سنہ 610 عیسوی	مسیح سے صدیوں پہلے

وہی حکم... وہی جواب

ایک منظر جو پیش آنے سے ہزار برس سے بھی پہلے بیان کر دیا گیا

آسان لفظوں میں

يسعياه کا ایک متن ایک منظر بیان کرتا ہے: ایک کتاب ایسے شخص کو دی جاتی ہے **جو پڑھنا نہیں جانتا**، اور اُس سے کہا جاتا ہے: «یہ پڑھ»۔ وہ جواب دیتا ہے: «میں لکھنا نہیں جانتا»۔ اور بعینہ یہی غارِ حرا میں پیش آیا۔

اُس وقت لوگ کیا سمجھتے تھے؟

یہ متن نبی ﷺ کی ولادت سے صدیوں پہلے اہلِ کتاب کی کتابوں میں موجود تھا، اور اِس کا کوئی مصداق نہ تھا جس کی طرف اشارہ کیا جا سکے۔ اور وہ اِسے بنی اسرائیل کے اپنی ہی کتاب کی سمجھ سے اندھے ہونے کے رمزی معنی پر محمول کرتے تھے۔

آج سائنس کیا کہتی ہے؟

غارِ حرا میں، سنہ 610 عیسوی میں، جبریل علیہ السلام محمد ﷺ کے پاس آئے اور کہا: «**پڑھو**»۔ آپ نے فرمایا: «**میں پڑھنے والا نہیں ہوں**»۔ اُنھوں نے آپ کو بھینچا، پھر کہا: «پڑھو»۔ آپ نے فرمایا: «میں پڑھنے والا نہیں ہوں» — تین بار۔ پھر یہ اُترا: «پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا»۔ اور یہ قصہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ہے، اور سیرت کی سب سے مشہور اور سب سے ثابت چیزوں میں سے ہے۔

یہ قطعی معجزہ کیوں ہے؟

مطابقت صرف معنی میں نہیں، بلکہ **پورے منظر کی ساخت** میں ہے: پڑھنے کا حکم، اور اُس سے عاجزی کا جواب، ایک ایسے شخص کی طرف سے جو پڑھتا نہیں۔ اور یہ ایک ناگزیر شرط کا تقاضا کرتا ہے: وہ موعود نبی **امی ہو، نہ پڑھے نہ لکھے**۔ اور یہی وہ صفت ہے جس کی قرآن محمد ﷺ کے بارے میں تصریح کرتا ہے اور اُسے دلیل بناتا ہے: «**اور آپ اِس سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، ورنہ باطل والے ضرور شک میں پڑ جاتے**»۔ اور غور کیجیے کہ امی ہونا یہاں کوئی نقص نہیں، بلکہ **خود برہان** ہے: اگر آپ پڑھے لکھے ہوتے تو کہا جاتا کہ نقل کیا اور اُتار لیا۔ اور يسعياه کا متن اِسی عاجزی کو نشانی قرار دیتا ہے، عیب نہیں۔

107

اور وہ سراسر مُحَمَّدِیم ہے

حِکّو مَمتَقِّیم وکُلّو مَحَمَدِّیم، زِیہ دودِی وزِیہ رِعی، بِنوت یَروشَلایِم

غزل الغزلات – باب 5، آیت 16 (عبرانی متن)

اصل عبرانی متن

מַחֲמַדִּים

تلفّظ: مَحَمَدّیم

«اور عربی میں ترجمہ ہوا: «مشتہیات

نام متن میں موجود ہے... اور ترجمے میں غائب

عبرانی لفظ بعینہٖ اُسی طرح جیسے وہ آج کے معتمد نسخوں میں ہے

آسان لفظوں میں

غزل الغزلات کے عبرانی متن میں لفظ **«مَحَمَدّیم»** آتا ہے — اور اِس کا عبرانی مادہ «ח־מ־ד» وہی عربی مادہ «ح م د» ہے جس سے «محمد» اور «احمد» بنے ہیں۔ اور اردو ترجموں میں اِسے «دلپسند» یا «پسندیدہ» کر دیا جاتا ہے، تو مادہ اُس میں گھل جاتا ہے۔

اُس وقت لوگ کیا سمجھتے تھے؟

غزل ایک محبوب کو شاعرانہ تصویر میں بیان کرتی ہے، اور اُس کے اوصاف اِسی لفظ پر ختم ہوتے ہیں: «اُس کا دہن شیرینی ہے، **اور وہ سراسر مَحَمَدّیم ہے**»۔ اور اِس متن کو اللہ اور اُس کی قوم کے تعلق کا رمز سمجھا گیا، یا محض محبت کا شعر۔

آج سائنس کیا کہتی ہے؟

عبرانی میں لاحقہ «**ـیم**» جمع کے لیے بھی ہے اور تعظیم کے لیے بھی — جیسے «الوہیم» میں، جو اللہ کا نام جمع کے صیغے میں ہے اور مراد ایک ہی ہے۔ اور اِس لفظ کا عبرانی مادہ «ח־מ־ד» (ح م د) وہی عربی مادہ «ح م د» ہے۔ مگر یہاں «ـیم» معتمد تجزیے میں عام جمع ہے، جیسے اِسی آیت میں «مَمتَقّیم»۔ **اور یہیں حد پر رک جائیے**: اِسے «محمد» کا اسمِ علم پڑھنا ایک استنباط ہے، نحوی حکم نہیں۔ اور جو بات ثابت ہے وہ یہ کہ مادہ آج تک عبرانی میں قائم ہے، اور ترجمے اُسے یوں گھلا دیتے ہیں کہ پڑھنے والا اُسے دیکھ ہی نہیں پاتا۔

یہ قطعی معجزہ کیوں ہے؟

دلیل کا محل یہ ہے کہ مادہ **اصل میں باقی ہے، حذف نہیں ہوا** — بس ترجمے میں گھل گیا ہے۔ اور ایسا بہت ہوتا ہے: اسمائے اعلام اگر اپنی زبان میں کوئی معنی رکھتے ہوں تو کبھی ترجمہ ہو جاتے ہیں اور نام گم ہو جاتا ہے۔ اگر «عبد اللہ» کا نام کسی عربی متن میں ہوتا تو اُس کا ترجمہ «اللہ کا بندہ» کر دیا جاتا اور وہ شخص غائب ہو جاتا۔ اور قرآن نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کا نام اُن کے ہاں مذکور ہے: «**جو اُس رسول، نبیِ امی کی پیروی کرتے ہیں جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں**»، اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے «**ایک رسول کی بشارت دی جو میرے بعد آئے گا، اُس کا نام احمد ہے**»۔ تو یہ قرآن کا دعویٰ ہے، اور یہ عبرانی لفظ **ایک گواہ ہے جو اُسے قریب کرتا ہے** — کوئی ایسی دلیل نہیں جو تنہا فیصلہ کر دے۔

ماخذ *Biblia Hebraica* – Song of Songs 5:16 · Strong's Hebrew 4261 – *mahmad*

تم سے لے لی جائے گی اور دوسری قوم کو دی جائے گی

اِس لیے میں تم سے کہتا ہوں: اللہ کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور ایسی قوم کو دی جائے گی جو اُس کے پھل لائے

انجیلِ متی — باب 21، آیت 43

متن ایک امّت کی بات کرتا ہے، بنی اسرائیل کے گروہ کی نہیں

بنی اسرائیل

نبوّت اُن میں

لگاتار صدیوں تک

«تم سے چھن جائے گی»

دوسری امت

«جو اُس کے پھل لائے»

اُن کی نسل سے نہیں

«اور ایک قوم کو دی جائے گی»

جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کا پتھر بنا

نبوت کا ایک شاخ سے دوسری شاخ کی طرف منتقل ہونا… خود انجیل کی تصریح سے

آسان لفظوں میں

مسیح علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ **اللہ کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور دوسری قوم کو دی جائے گی** جو وہ کرے گی جو اُسے راضی کرے۔ یعنی نبوت بنی اسرائیل سے نکل کر دوسروں کی طرف چلی جائے گی۔

اُس وقت لوگ کیا سمجھتے تھے؟

نبوت بنی اسرائیل میں — جو یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں — صدیوں تک لگاتار رہی: یوسف، موسیٰ، ہارون، داؤد، سلیمان، یسعیاہ، یرمیاہ، حزقی ایل اور دوسرے علیہم السلام۔ اور وہ سمجھتے تھے کہ نبوت اُن کی نسل میں محفوظ ایک حق ہے جو کبھی اُن سے باہر نہیں جائے گا۔ اِسی لیے اُنھوں نے یہ ماننے سے انکار کیا کہ کوئی نبی عربوں میں سے بھیجا جائے۔

آج سائنس کیا کہتی ہے؟

محمد ﷺ **بنی اسماعیل** میں سے مبعوث ہوئے — یعنی ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کی دوسری شاخ سے۔ تو نبوت تاریخ میں پہلی بار بنی اسحاق سے نکل کر بنی اسماعیل کی طرف گئی۔ اور آپ کے ہاتھ پر ایک نئی امت کھڑی ہوئی جو پہلے موجود نہ تھی، اور زمین کے سب براعظموں میں پھیل گئی۔ اور قرآن نے اُس حسد کی طرف اشارہ کیا ہے جو ٹھیک اِسی مقام پر پیدا ہوتا ہے: «**یا وہ لوگوں سے اُس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے اُنہیں اپنے فضل سے دیا ہے؟**»۔

یہ قطعی معجزہ کیوں ہے؟

لفظ «**قوم**» ہی فیصلہ کن ہے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ «تم میں سے کسی گروہ کو دی جائے گی» اور نہ «کسی صالح بقیے کو» — بلکہ کہا گیا «**ایک قوم کو**»، اور یونانی میں یہ لفظ (ἔθνος) **ایک دوسرے لوگ** کے معنی میں ہے۔ اور اِس متن سے پہلے انگور کے باغ کی مثال آتی ہے جس کے کام کرنے والوں نے بھیجے ہوئے قاصدوں کو قتل کیا، پھر بیٹے کو قتل کیا، تو وہ اِس کے مستحق ٹھہرے کہ باغ اُن سے لے کر دوسروں کے سپرد کر دیا جائے۔ اور بالکل اِس سے پہلے یہ ہے: «**جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا**» (آیت 42)، پھر اِسی پر حرفِ تعلیل کے ساتھ حکم کی شاخ نکالی گئی: «اِس لیے میں تم سے کہتا ہوں…» (آیت 43) — یعنی وہی رد کی ہوئی شاخ ہے جس پر عمارت کھڑی ہو گی۔ اور بنی اسماعیل وہی شاخ ہیں جو نبوت کے تمام دفتروں میں نظرانداز رہی — یہاں تک کہ خاتم الانبیا اُسی میں سے آئے۔

بارہ سردار... اور ایک بڑی قوم

اور رہا اسماعیل، تو اُس کے حق میں بھی میں نے تیری سن لی۔ دیکھ، میں اُسے برکت دوں گا اور برومند کروں گا اور بہت ھی زیادہ بڑھاؤں گا۔ اُس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے، اور میں اُسے ایک بڑی قوم بناؤں گا

پیدائش – باب 17، آیت 20

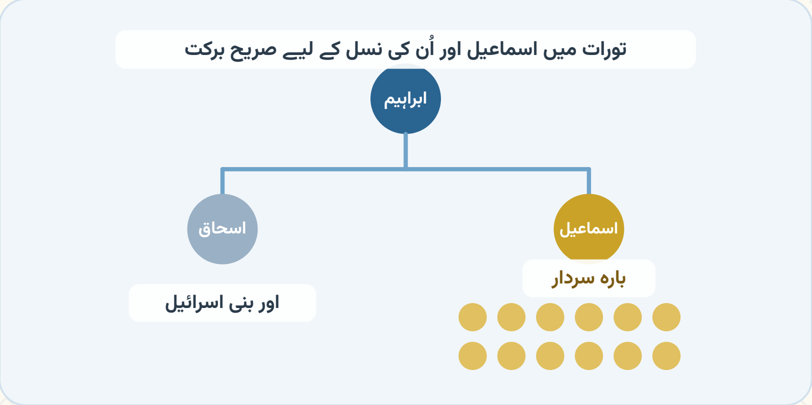

ایک متن جو اسماعیل کے لیے برکت، نسل اور بڑی قوم ثابت کرتا ہے

آسان لفظوں میں

خود تورات ذکر کرتی ہے کہ اللہ نے **اسماعیل** علیہ السلام کو برکت دی، اور وعدہ کیا کہ اُن کی پشت سے **بارہ سردار** نکلیں گے، اور وہ اُنھیں **ایک بڑی قوم** بنائے گا۔ تو برکت اکیلے اسحاق علیہ السلام تک محدود نہیں۔

اُس وقت لوگ کیا سمجھتے تھے؟

بنی اسرائیل میں یہ بات پھیلی ہوئی تھی کہ سارا وعدہ اسحاق علیہ السلام اور اُن کی نسل میں ہے، اور اسماعیل علیہ السلام اور اُن کی اولاد عہد سے باہر ہیں۔ اور اِسی بنیاد پر ہر اُس نبوت کو رد کیا گیا جو عربوں کی جانب سے آئے۔ لیکن متن اسماعیل علیہ السلام کے لیے ایک مستقل برکت ثابت کرنے میں صریح ہے۔

آج سائنس کیا کہتی ہے؟

اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے کتابِ پیدائش (25: 13–16) میں نام لے کر مذکور ہیں، اور فہرست اِس قول پر ختم ہوئی: «**اپنے اپنے قبیلوں کے مطابق بارہ سردار**» — اور یہ شمالی عرب کے معروف قبیلے ہیں، اور اِن میں سے کئی کے نام آشوری کتبوں میں آئے ہیں۔ رہا «**بڑی قوم**» کا وعدہ، تو وہ اسلام سے پورا ہوا: ایک امت جو اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے نکلی اور زمین کے مشرق و مغرب تک پہنچی۔

یہ قطعی معجزہ کیوں ہے؟

یہ متن اُس بنیادی دلیل ہی کو باطل کر دیتا ہے جس سے محمد ﷺ کی نبوت رد کی گئی۔ اگر خود تورات اسماعیل علیہ السلام کے لیے **برکت** اور **عظیم نسل** اور **ایک بڑی قوم** ثابت کرتی ہے، تو اُن کی شاخ کو نبوت سے نکال باہر کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اور وعدے کی ترتیب پر غور کیجیے: برکت، پھر برومندی اور کثرت، پھر بارہ سرداروں میں ریاست، پھر «**ایک بڑی قوم**» — اور یہی وہ غایت ہے جس پر وعدہ ختم ہوا۔ اور کتابِ پیدائش (21: 21) نے تصریح کی ہے کہ اسماعیل علیہ السلام **بیابانِ فاران** میں آباد ہوئے — اور یہی وہ مقام ہے جس سے استثنا کے متن میں نور «جگمگایا»۔ تو یہ متون ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں اور ایک ہی سمت میں ایک دوسرے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

موسیٰ جیسا... وہ موازنہ جو فیصلہ کر دیتا ہے

اور بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند پھر کوئی نبی نہ اٹھا، جسے خداوند نے روبرو ہو کر جانا

استثنا — باب 34، آیت 10

محمد ﷺ	موسیٰ	وصف
✓	✓	طبعی ولادت
✓	✓	باپ اور ماں
✓	✓	بیوی اور اولاد
✓	✓	مکمل شریعت
✓	✓	قائد اور جنگجو
✓	✓	اپنے شہر سے ہجرت

تیری مانند» — اور تورات اسے بنی اسرائیل سے خارج کرتی ہے»

ساتھ صفتیں جو دو میں جمع ہیں اور کسی تیسرے میں نہیں

آسان لفظوں میں

تورات نے ایک ایسے نبی کا وعدہ کیا جو **موسیٰ جیسا** ہو۔ اور جب آپ موازنہ کرتے ہیں تو یہ صفتیں محمد ﷺ میں جمع ملتی ہیں اور کسی دوسرے نبی میں نہیں۔

اُس وقت لوگ کیا سمجھتے تھے؟

اہلِ کتاب «موسیٰ جیسے نبی» کا انتظار کرتے رہے اور کبھی متفقہ طور پر اُس کا تعین نہ کر سکے۔ بنی اسرائیل کے جن انبیا کے بارے میں یہ دعویٰ کیا گیا، اُن میں سے ہر ایک میں کوئی نہ کوئی شرط کم رہ جاتی ہے: نہ اُن کے پاس کوئی نئی شریعت تھی، نہ کسی ریاست کی قیادت، نہ جنگ۔

آج سائنس کیا کہتی ہے؟

موسیٰ اور محمد ﷺ کے درمیان مشابہت کے پہلو یہ ہیں: ماں باپ سے عام پیدائش، ازدواجی زندگی اور اولاد، ایک **مکمل شریعت** جو عبادت، معاملات، قضا اور حدود پر حکم چلاتی ہے، ایک اُمت کی قیادت، جہاد اور حکومت، ظلم کی سرزمین سے تمکین کی سرزمین کی طرف **ہجرت**، اپنی زندگی ہی میں دشمنوں پر فتح، اور طبعی موت اور زمین میں تدفین۔ یہ سب موسیٰ کے بعد کسی اور نبی میں جمع نہیں ہوتیں۔

یہ قطعی معجزہ کیوں ہے؟

تورات نے خود دروازہ بند کر دیا: «**اور بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند پھر کوئی نبی نہ اٹھا**»۔ یہ صاف گواہی ہے کہ موعود نبی **بنی اسرائیل میں سے نہیں**، ورنہ عبارت خود اپنی تردید کر بیٹھتی۔ اور جب اِسے باب 18 کی آیت 18 کے اِن الفاظ کے ساتھ ملایا جائے — «اُن کے **بھائیوں** میں سے» — تو نتیجہ لازماً نکلتا ہے: ایک نبی اُن کے چچا زاد بھائیوں، یعنی بنی اسماعیل میں سے۔ یہود قدیم زمانے میں یہ سمجھتے تھے؛ اسی لیے قرآن میں آیا: «**اور اِس سے پہلے وہ کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے، پھر جب اُن کے پاس وہ چیز آ گئی جسے وہ پہچانتے تھے تو اُس کا انکار کر بیٹھے**» — یعنی وہ اُس کا انتظار کرتے اور اُس کی بشارت دیتے تھے، یہاں تک کہ وہ اُن کی اپنی نسل سے باہر سے آ گیا۔

باب کا خلاصہ

111

وہ اُسے اپنے ہاں لکھا پاتے ہیں

جو لوگ اُس رسول، نبیِ اُمّی کی پیروی کرتے ہیں جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں

سورہ اعراف — آیت 157

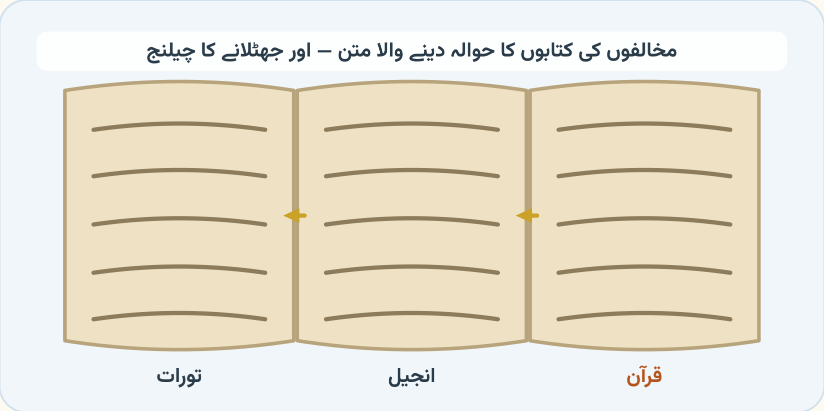

قرآن اہلِ کتاب کے اپنے ہاتھوں میں موجود کتابوں کو گواہ بناتا ہے، اکیلے اپنے آپ کو نہیں

آسان لفظوں میں

قرآن صاف کہتا ہے کہ نبی ﷺ کا وصف **تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ہے** — اُنہی کتابوں میں جو اہلِ کتاب کے ہاتھوں میں ہیں۔ یہ اُن کے لیے کھلا چیلنج ہے کہ اپنی کتابیں کھولیں اور دیکھ لیں۔

اُس وقت لوگ کیا سمجھتے تھے؟

مدینہ، نجران اور یمن کے یہود و نصاریٰ اپنی کتابیں رکھتے تھے اور اُنہیں پڑھتے تھے، اور اُن میں ایسے علما بھی تھے جو اِن نصوص کے ماہر تھے۔ چنانچہ یہ دعویٰ کہ نبی ﷺ کا وصف اُن کی کتابوں میں موجود ہے، **اُسی دن جھٹلایا جا سکتا تھا** اگر اُس کی کوئی بنیاد نہ ہوتی۔

آج سائنس کیا کہتی ہے؟

جو نصوص ابھی گزرے — استثنا 18 اور 33، حبقوق 3، یسعیاہ 21، 29 اور 42، غزل الغزلات 5، یوحنا 14 اور 16، متی 21، اور پیدائش 17 اور 21 — **یہ سب آج کے مستند نسخوں میں موجود ہیں**، اور کوئی بھی پڑھنے والا کتاب کھول کر اُنہیں پڑھ سکتا ہے۔ اور آیت نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہر مقام پر نام صراحتاً درج ہے، بلکہ کہا «**وہ اُسے پاتے ہیں**» — یعنی وہ اُس کا وصف اور اُس کی نشانیاں پاتے ہیں اور اُنہی سے اُسے پہچان لیتے ہیں۔

یہ قطعی معجزہ کیوں ہے؟

قوّت یہاں ایک الگ قسم کی ہے۔ قرآن اپنے آپ سے دلیل نہیں لاتا، بلکہ **مخالف کی اپنی کتاب کا حوالہ دیتا ہے**۔ یہ سب سے خطرناک قسم کی دلیل ہے اور سب سے آسانی سے جھٹلائی جانے والی — بس اتنا کافی تھا کہ وہ اپنی کتابیں کھولتے اور اُنہیں خالی دکھا دیتے۔ اِس کے باوجود اُن کے جن علما نے اسلام قبول کیا، اِسی وجہ سے کیا — جیسے مدینہ کے یہود کے عالم عبداللہ بن سلام۔ پھر قرآن نے جرأت میں اور اضافہ کیا: «**وہ اُسے ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں**» — ایسا موازنہ وہی کہہ سکتا ہے جو پورا یقین رکھتا ہو۔ اور اِن نصوص کا چودہ صدیوں تک اُن کی کتابوں میں باقی رہنا، جنہیں محققین پڑھتے اور اُن پر بحث کرتے رہے، خود آج تک اُسی چیلنج کا جاری رہنا ہے۔